برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث[۱]

احمد اقبال ایم اے لیکچرار اسلامیات سندھ یونیورسٹی

دسویں صدی ہجری کی سب سے عالی منزلت شخصیت حضرت شیخ المحدیث علی متقی برہانپوری کی تھی، جن کا فیض درحقیقت ہند و پاک کی تاریخ میں علم حدیث کے دور استقلال کا بانی ہے۔ شیخ کے استاذ حافظ ابن حجر ہیثمی کے دوسرے ہندی تلامذہ کا تذکرہ جولائی ۱۹۶۵ء کے شمارے میں ہو چکا ہے۔ اب ذیل میں شیخ علی متقی برہانپوری سے مستفیض ہونے والے تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شیخ موصوف کے شاگردوں میں علامہ مجد الدین محمد بن طاہر فتنی ایسے بلندپایہ محدث تھے، جن کے فضل و کمال کی شہرت سارے عالم اسلام میں ہے اور ان کی تصنیفات سے علمائے حجاز ویمن اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے کہ ہند و پاک کے علماء۔ آپ نہر والا گجرات میں ۹۱۴ھ میں پیدا ہوئے ملا مہتہ شیخ ناگوری، مولانا یداللہ اور مولانا برہان الدین سے علم حاصل کر کے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، وہاں شیخ ابوالحسن بکری، علامہ ابن حجر مکی، شیخ علی العراقی اور شیخ جار اللہ بن فہد سے سندات حدیث حاصل کرنے کے علاوہ شیخ علی متقی برہانپوری کے خصوصی تلمیذ ہوئے۔ اور ایک عرصہ تک ان سے اکتساب فیض کیا۔ حجاز سے واپس آکر آپ تصنیف و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مشغول ہوئے آپ کے خاندان کا تعلق فرقہ بوہرہ سے تھا جس کی اصلاح میں آپ نے سعی بلیغ فرمائی آپ کے عہد میں اکبر نے گجرات میں فتح کیا تھا اور آپ کی تبلیغی مساعی میں آپ کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ جب خان اعظم گجرات کا گورنر مقرر ہوا چونکہ وہ خود راسخ العقیدہ سنی تھا تو اس نے اپنے دور حکومت میں شیخ کی پوری مدد کی مگر جب خان خاناں گورنر ہوا تو شیعہ بوہرے پھر دلیر ہوگئے۔ ۹۸۶ھ میں شیخ اس صورت حال کی

۱۔ اس سلسلہ کا پہلا مضمون ماہ جولائی ۱۹۶۵ء کے شمارے میں ملاحظہ ہو۔

شکایت کے لئے آگرے اکبر کے پاس جارہے تھے کہ اجین کے قریب آپ کے مخالفین نے آپ کو شہید کردیا (رود کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۳۳۸)

شیخ عبدالقادر حضرمی "النور السافر" میں لکھتے ہیں "حتی لم یعلم ان احداً من علماء گجرات بلغ مبلغہ فی فن الحدیث کذا قالہ بعض مشائخنا"[1] (ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی معلوم نہیں ہے علماء گجرات میں سے فن حدیث کے اندر کوئی ان کے مرتبہ کو پہنچا") ان کی سب سے مشہور تصنیف لغت حدیث میں "مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار" ہے، جس کو صحاح ستہ کی شرح کہنا چاہئے۔ نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم اتحاف النبلا میں اس کی نسبت لکھتے ہیں۔ "کتاب متفق علی قبولہ بین اہل العلم منذ ظہر فی الوجود ولہ منۃ عظیمۃ بذلک العمل علی اہل العلم"[2] (یعنی جب سے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے، اس وقت سے اہل علم میں یہ مقبول ہے اور سب کو اس پر اتفاق ہے شیخ نے اس کو تصنیف کر علماء پر بہت احسان کیا ہے) علاوہ اس کے ان کی تصنیفات میں سے المغنی فی ضبط اسماء الرجال (مسودہ بانکی پور)[3] تذکرۃ الموضوعات (مسودہ بانکی پور) اسماء الرجال (مسودہ بانکی پور) قانون الموضوعات فی ذکر الضعفا والوضاعین اور رسالہ فی لغات المشکاۃ بہت معروف ہیں۔

شیخ علی متقی برہانپوری کے ایک اور شاگرد شیخ عبدالوہاب المتقی ابن شیخ ولی اللہ ہیں جو علوم متداولہ اپنے وطن برہانپور اور گجرات میں حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے اور ۹۶۳ھ سے ۹۷۵ھ تک یعنی بارہ سال شیخ علی متقی برہانپوری کی خدمت میں رہے اور شیخ کی تصنیف وتالیف اور کتابت میں معاونت کی آپ کو اپنے استاد کی طرح بڑی قدر ومنزلت حاصل ہوئی۔ شیخ عبدالحق محدث "اخبار الاخیار" میں یمن کے رہنے والے کسی بزرگ کے ایک خط کا حوالہ دیتے ہیں۔ جس میں شیخ عبدالوہاب کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا تھا علیکم یا اھل الحرمین بالشمعۃ المضیئۃ من اللہ فیکم فاستفیئوا بہ

---

[1] محولہ یاد ایام۔ سید عبدالحئی ناظم ندوۃ العلماء ص ۶۴
[2] " " " " ص ۶۵

Contribution of India to Arabic Literature by Doctor Zubaid Ahmad. P. 254.

والثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند لعبدالحئی الحسنی ص ۱۳۷

جی اے اہل حرمین! اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کی ہوئی اس شمع سے روشنی وہدایت حاصل کرو۔ شیخ عبدالحق نے آپ کو اپنے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ آپ زندگی بھر درس وتدریس، غریب الوطن طلبہ کی امداد و اعانت اور اپنے شیخ کی تصانیف کی کتابت میں مشغول رہے آپ بڑے خوش نویس تھے۔ شیخ عبدالحق محدث نے آپ کی تصنیفات کا ذکر نہیں کیا مگر حال ہی میں حاجی محمد اللہ لائبریری کلکتہ میں آپ کے فن حدیث کے متعلق کچھ غیر مطبوعہ رسائل دریافت ہوئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ [۱]

بشارۃ الحبیب فی فضل الغریب

رسالۃ مسماۃ بنصیحۃ الفطنۃ فی الخلاص عن الفتنۃ

رسالۃ فی فضائل کلمۃ التوحیدیۃ

آپ کی وفات ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

شیخ رحمۃ اللہ سندھی در بیلہ ضلع نواب شاہ میں پیدا ہوئے۔ تکمیل علوم اپنے والد قاضی عبداللہ سے کی پھر مدینہ تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ علی متقی برہانپوری کی خدمت میں رہے اور ان سے سند حدیث حاصل کی۔ احکام حج پر آپ کی کتاب المنسک المتوسط بہت مشہور ہے جس پر شیخ الحدیث ملا علی قاری نے شرح لکھی۔ حرمین شریفین میں آپ کو جو عزت و منزلت حاصل ہوئی اس کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے کیا جاسکتا ہے۔ جن میں وہ شیخ رحمۃ اللہ سندھی کو شیخ الحرمین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات "رحمۃ اللہ قد نال مرادہ" سے نکالی گئی ہے یعنی ۹۹۲ھ [۲]۔ شیخ رحمۃ اللہ سندھی کے شاگردوں میں شیخ بہلول دہلوی بہت مشہور ہوئے۔ آپ دہلی میں درس حدیث دیتے تھے اور ساری عمر اس فن شریف کی خدمت میں گذار دی۔ شیخ رحمۃ اللہ سندھی کے بھائی شیخ حمید سندھی بھی اپنے بھائی کی طرح بڑے صاحب فضل و کمال محدث تھے۔ سندھ سے گجرات تشریف لے گئے۔ میر معصوم مصنف "تاریخ معصومی" نے گجرات میں آپ سے سند حدیث حاصل کی تھی۔ گجرات سے پھر آپ نے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی۔ وہاں شیخ

Life and works of Shah Abdul Wahhab Al-Muttaqi by Doctor S. A. Masumi (Journal Al-Hikmah)

[۲] سرزمین سندھ میں علم حدیث از مخدوم امیر احمد صاحب "الرحیم" جولائی ۱۹۶۳ء ۳۰۲

علی متقی برہانپوری سے سندحدیث حاصل کی۔

اسی عہد کے ایک سندھی بزرگ شیخ عبداللہ بن سعد ہیں جو اپنے عہد کے بے نظیر عالم تھے آپ نے بھی سندھ سے گجرات اور پھر حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی۔ جہاں آپ شیخ علی متقی برہانپوری کے درس میں شریک ہوئے۔ موصوف نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف پر حاشیہ لکھا ہے آپ کا ۹۸۴ھ میں انتقال ہوا[۱]

شیخ علی متقی برہانپوری سے مستفیض ہونے والے محدثین کے علاوہ اس عہد کے بعض دوسرے محدثین حسب ذیل ہیں۔

مولانا میر کلاں محدث اکبرآبادی۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات کے مالک تھے۔ خاص طور سے علم حدیث میں کمال حاصل تھا۔ علم حدیث میں ان کو سند سید میرک شاہ شیرازی سے حاصل تھی اور میرک شاہ اپنے والد سید جمال الدین محدث مصنف روضۃ الاحباب سے سندِ حدیث رکھتے تھے۔ آپ کی عظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ کے شاگردوں میں شیوخ میں شیخ الحرمین ملا علی قاری اور بادشاہوں میں مغل شہنشاہ نورالدین جہانگیر شامل ہیں[۲] آپ نے اکبرآباد میں ۹۸۱ھ میں وفات پائی[۳]

شیخ محمد لاہوری بن عبدالملک :- آپ لاہور کے رہنے والے تھے تکمیل علم کا شوق آپ کو حرمین شریفین لے گیا، جہاں کے شیوخ سے آپ نے تفسیر و حدیث کی تکمیل کی اور وطن مالوف واپس آکر زندگی بھر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ حضرت سید سلیمان ندوی مرحوم کی تحقیق کے مطابق آپ ہندوپاک میں سب سے پہلے محدث ہیں جنہوں نے بخاری شریف کو داخل درس کیا۔ ورنہ اس سے پہلے ہندپاک کی درسگاہوں میں مشارق الانوار کو ہی بڑی اہمیت حاصل تھی[۴] شیخ محمد لاہوری بخاری شریف کا ختم بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے تھے اور اس موقع پر شاندار دعوت دیتے تھے[۵] انہی کے معاصر شیخ عبدالنبی بن شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی ہیں۔ شیخ موصوف علوم متداولہ ہندوستان میں حاصل کرکے حرمین شریفین گئے۔

---

[۱] سرزمین سندھ میں علم حدیث از مخدوم امیر احمد۔ الرحیم جولائی ۱۹۶۳ء

[۲] تذکرہ علماء ہند ص ۵۰۱

[۳] الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند۔ عبدالحی الحسنی ص ۱۳۶

[۴] معارف ج ۲۲ نمبر ۵

[۵] تذکرہ علماء ہند ص ۵۹۱

وہاں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی اور دوسرے محدثین سے سندات حدیث حاصل کیں۔ ہندوستان تشریف لائے تو اکبری عہد میں صدر الصدور مقرر ہوئے۔ اکبر شروع میں آپ کی بڑی عزت کرتا تھا مگر بعد میں حاسدین نے اکبر کے خیالات بدل دیئے یہاں تک کے عاب فہمی کے ایک قضیہ میں اس پاکباز صاحب علم وفضل عالم کو ۹۹۱ھ میں اکبر نے گلا گھونٹوا کر شہید کرادیا۔[1] آپ کی تاریخ شہادت "واصل بحق شد" سے نکالی گئی ہے۔ شیخ نے متعدد تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں، جن میں وظائف النبی اور سنن الھدی فی متابعۃ المصطفیٰ بہت مشہور ومعروف ہیں۔

اسی عہد میں گجرات میں علامہ وجیہ الدین علوی بن نصر اللہ علوی بڑے پائے کے عالم گزرے ہیں۔ آپ ان برگزیدہ علماء میں سے ہیں جن کے احسان سے اہل ہند کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ آپ علامہ عماد الدین محمد طارمی کے شاگرد تھے۔ چالیس برس تک احمد آباد میں علوم دینیہ کے درس وتدریس میں مشغول رہے۔ تیس درسی کتابوں پر حواشی وشروح قلم بند فرمائے۔ جن میں تفسیر حدیث فقہ عقائد معانی، منطق اور علم نحو سب ہی علوم کی کتابیں شامل ہیں۔ ان کی زندگی ہی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل کر علمی خدمتوں میں مصروف ہوگئے تھے۔ آپ نے علامہ ابن حجر عسقلانی کی اصول علم حدیث کی مشہور کتاب نخبۃ الفکر کی شرح تصنیف فرمائی۔ انتقال ۹۹۸ھ میں ہوا۔[2]

علامہ وجیہ الدین علوی کے شاگردوں میں حکیم عثمان بوبکانی ابن شیخ عیسیٰ سندھی بہت مشہور ہوئے آپ مقام بوبکان سندھ میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے بوبکانی کہلاتے ہیں۔ آپ کو حصول علم اور خدا طلبی کا ذوق اوائل شباب ہی میں کشاں کشاں مرکز علوم احمد آباد لے آیا۔ وہاں آپ نے علامہ وجیہ الدین علوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ جملہ علوم میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا مشغلہ اختیار فرمایا آپ کے علمی فضائل وکمالات کا شہرہ نزدیک ودور پھیل گیا اور جب آپ ۹۸۳ھ میں برہانپور تشریف لائے تو بادشاہ وقت محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی نے عزت واحترام کے ساتھ خیر مقدم کیا اور درس وفتویٰ نویسی کے اعلیٰ منصب پر مامور فرمایا۔ ستائیس سال تک آپ انہی خدمات میں مصروف رہے۔ اور بے شمار طالبان اس سرچشمۂ علوم وفنون سے

---

[1] شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات از اعجاز الحق قدوسی ص ۵۲۲

[2] یاد ایام مصنفہ سید عبدالحی مرحوم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ص ۶۶

فیض حاصل کرتے رہے ۔ آپ سے مستفیض ہونے والے علماء میں مسیح الاولیا شیخ عیسیٰ جنداللہ قاضی عبدالسلام سندھی، ملا غوثی مصنف گلزار ابرار اور شیخ صالح سندھی شامل ہیں ۔ ملا غوثی حسن نے اپنی تصنیف گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ آپ کی تصنیفات بہت سی ہیں منجملہ ان کے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور فن حدیث میں صحیح بخاری شریف کی شرح بہت ممتاز ہیں۔[1] آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ میں ہوئی ۔

علامہ وجیہ الدین کے ایک شاگرد شیخ محمد برہانپوری تھے ۔ آپ کے والد کا نام فضل اللہ تھا، جو جونپور کے رہنے والے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور صوفی اور عالم حدیث تھے ۔ اور نائب رسول اللہ کے لقب سے معروف تھے ۔ شیخ محمد برہانپوری نے اپنے والد سے بھی زیادہ عزت و شہرت حاصل کی تکمیل علوم شاہ وجیہ الدین گجراتی سے کی حرمین شریفین جاکر شیخ علی متقی برہانپوری سے بھی فیض حاصل کیا ۔ بالآخر برہانپور میں مقیم ہوکر مدرسہ اور مسند ارشاد و ہدایت کو زینت دی آپ کی تصنیف "تحفۃ المرسلۃ الی النبی" نے آپ کے نام کو تصنیف و تالیف کی دنیا میں ہمیشہ کے لئے روشن کردیا ۔ اس کی ایک شرح خود الحقیقت الموافق للشریعت کے نام سے تحریر فرمائی[2] جس کی ایک نقل بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانہ میں موجود ہے ۔ اس کے علاوہ شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ ابراہیم کردی جیسے جلیل القدر علماء نے بھی اس کی شروح لکھی ہیں[3] انڈونیشیا میں اس کا بہت چرچا تھا۔ ملایائی زبان کے اہل قلم نورالدین رانیری نے اس کا ترجمہ ملایائی میں کیا[4]

اسی زمانے میں حضرت شیخ طاہر محدث سندھی بھی بڑے صاحب فضیلت عالم حدیث گذرے ہیں ۔ آپ قصبہ پات سندھ کے رہنے والے تھے شیخ شہاب الدین اور دوسرے شیوخ سندھ سے علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی ۔ سندھ سے برار تشریف لے گئے ۔ وہاں سے آپ محمد شاہ فاروقی کے دعوت و اصرار پر برہانپور پہنچے اور درس و تدریس کا فیض جاری فرمایا ۔ علم حدیث میں آپ کے علوئے مرتبہ کا یہ حال تھا کہ مولانا فرحی نے لکھا ہے

---

[1] برہانپور کے سندھی اولیا ص ۲۲۰ نیز الثقافتہ الاسلامیہ از عبدالحی ص ۱۵۰

[2] رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام ص ۳۴۲

[3] معارف ج ۲۲ نمبر ۵

[4] رود کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام ص ۳۴۳

کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں[1] اس زمانے کے بزرگ ترین علماء وصوفیا آپ کی صحبت اور درس سے فیض یاب ہوئے تھے۔ مولانا سید جمال نے جو خود صاحب علم وفضل تھے شیخ سے مکمل صحیح بخاری پڑھی آپ کی عجوبۂ روزگار تصانیف کا تذکرہ علامہ غوثی حسن نے اذکار ابرار میں کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس پائے کے صاحب فضیلت بزرگ اور جامع العلوم تھے۔ فن حدیث میں ملتقط جمع الجوامع للسیوطی، اسامی رجال صحیح بخاری اور ریاض الصالحین[2] کے علاوہ منظوم موجز قسطلانی بھی تحریر فرمائی[3] امام قسطلانی ۹۲۳ھ نے صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری دس ضخیم جلدوں میں تحریر فرمائی ہے۔ جو بخاری کی عظیم ترین شرحوں میں سے ایک ہے۔ علامہ غوثی کی تصریح کے مطابق شیخ طاہر نے اس شرح کا اختصار دو لاکھ ابیات میں قلم بند فرمایا، جو بڑے بڑے بارہ دفتروں پر مشتمل تھا، افسوس ہے کہ علم حدیث سے بے پناہ محبت وشفقت اور اس کی خدمت کے اس حیرت انگیز کارنامہ کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا مسودہ اب کہیں محفوظ ہے یا نہیں۔

اسی عہد میں ساحل ہند ملابار میں ایک صاحب تصنیف محدث کا حال معلوم ہوتا ہے۔ جن کا نام زین الدین بن عبدالعزیز ملاباری ہے۔ آپ کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہوسکا ہے کہ آپ ملابار کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کہ علی عادل شاہ بیجاپوری آپ کا عقیدتمند تھا۔ اور اس کے دربار میں آپ کی بڑی قدر ومنزلت تھی آپ کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف تحفۃ المجاہدین ہے۔ علم حدیث میں آپ کی کتاب متضمن للاحادیث والآثار المتعلقۃ بالموت وما بعدہ ہے۔ آپ ہی کے معاصر سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر شیرازی گجراتی ہیں، جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس فن شریف کی خدمت میں صرف کی۔ آپ نے فن حدیث میں ایک رسالہ "سودمند" تحریر فرمایا جس میں تمام اقسام

---

[1] برہانپور کے سندھی اولیاء

[2] ریاض الصالحین کی ترتیب تین روضوں پر ہے روضہ اول۔ احادیث صحیحہ پر مشتمل ہے۔ برہانپور کے سندھی اولیا ص۹

[3] شیخ عبدالحی الحسنی الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند۔ شیخ کی اس شرح بخاری کے منظوم ہونے کے بارے میں کوئی تصریح نہیں کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ شرح علیہ للشیخ طاہر بن یوسف السندی وہو ماخوذ من القسطلانی ص۱۰۵

حدیث کو نہایت سلیقہ سے جمع کیا گیا تھا آپ نے ۱۰۰۵ھ میں وفات پائی

دسویں صدی ہجری کے اب تک جن علمائے حدیث کے تذکرے پیش کئے گئے ہیں ان کی وطنی نسبت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوپاک کے ساحلی علاقوں اور سرحدی صوبوں میں علم حدیث کے درس کا بہت زیادہ چرچا تھا اور وہاں کتب احادیث کی شرحوں خلاصوں اور علم حدیث کے دوسرے موضوعات پر نئی تصنیفات کا کام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا تھا جب کہ پنجاب دہلی اور یو پی میں محدثین اور ان کی خدمات کے تذکرے خال خال ملتے ہیں۔ اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے پروفیسر خلیق نظامی استاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے اپنی کتاب حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں مندرجہ ذیل اسباب کی نشان دہی کی ہے۔

محمد بن تغلق نے جب علماء و مشائخ کو ملک کے دور دراز حصوں میں بھیج دیا تھا شمالی ہندوستان میں علمی محفلیں سرد پڑ گئیں۔ فیروز تغلق نے اس بکھری ہوئی مجلس کو سمیٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد جو سیاسی ابتری پیدا ہوئی اس سے تنگ آکر علماء صوبوں میں چلے گئے اور یہ علاقہ علماء سے یکسر خالی ہوگیا۔ تیمور کے حملہ نے تباہی کو مکمل کر دیا۔ سکندر لودھی نے اس بزم کو پھر رونق دینی چاہی لیکن سیاسی انتشار اور غیر یقینی حالات کے باعث زیادہ کامیابی نہ ہوئی پھر اکبر کی بے راہ روی سے متاثر ہوکر اکثر علماء و مشائخ اس علاقہ سے ہٹ گئے انہوں نے یا تو حرمین شریفین کی راہ لی یا پھر دارالسلطنت سے دور ساحلی علاقوں میں اقامت اختیار کرلی۔[1]

بات ناتمام رہے گی اگر ہم ان اسباب کے ساتھ ساتھ شاہان گجرات کی علم نوازی اور علماء و مشائخ کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و محبت بھی اس ضمن میں شامل نہ کریں گے جو اوائل نویں صدی سے لیکر دسویں صدی کے خاتمہ تک علماء کی خدمت کرتے رہے جن میں مظفر شاہ حلیم شاگرد علامہ جمال محمد بن عمر بحرق اور محمود شاہ دوم جیسے خدا ترس اور علم دوست بادشاہ شامل ہیں، محمود شاہ دوم جس کے شغف علمی اور علماء سے عقیدت کی مثال شاید ہی ہندوستان کی تاریخ میں مل سکے۔ اس کی علم پروری کا یہ حال تھا کہ اس نے نہ صرف گجرات میں مدارس قائم کئے بلکہ مکہ معظمہ میں باب العمرہ کے متصل ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی اور عزالدین عبدالعزیز زمزمی وغیرہ علماء مکہ تدریس

---

[1] حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی تالیف پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۴۲، ۴۳

کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس نے خلیج کھمبایت میں ایک بندرگاہ کی آمدنی محض حرمین محترمین کے علماء شیوخ اور مستحقین پر صرف کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی[۱] پھر اس کی علماء سے عقیدت کا حال یہ تھا کہ وہ دعوتوں میں اپنے ہاتھ میں تشلہ لے کر علمائے کرام کے ہاتھ دھلواتا تھا حسن اتفاق سے ان بادشاہوں کو ایسے وزراء بھی ملے جو خود صاحب علم اور علم دوست تھے۔ آصف خاں جو بہادر شاہ کے زمانے میں وزارت اور محمد شاہ کے عہد میں وکالت مطلقہ کے عہدے پر متمکن تھے، علامہ ابن حجر مکی نے ایک رسالہ ان کے حالات میں لکھا ہے۔ اس میں ان کے فضل و کمال اور تقوی و تقدس کی بڑی مدح سرائی کی ہے[۲] علامہ عزالدین عبدالعزیز مکی نے آصف خاں کی وفات پر جو مرثیہ لکھا تھا اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

وای نازلۃ فی الھند قد نزلت
بلفحھا کل حبر فی الحجاز صلی[۳]
أعظم بنازلۃ فی الکون طاربھا
برا و بحرا سیر السفن والابل[۴]

ان مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاہان گجرات اور ان کے امراء کے علماء کرام سے کس قدر گہرے روابط قائم تھے جس کے نتیجہ میں علوم دینیہ کی ترقی و ترویج لازمی تھی۔ علامہ عبدالحی حسنی یاد ایام میں شاہان گجرات کی علوم و فنون کی قدردانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شاہان گجرات نے اپنی ڈیڑھ دو سو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم و فنون کی سرپرستی کی ہے دہلی کی شش صد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ یہ صرف ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و یمن اور دیگر ممالک اسلامیہ کے چیدہ برگزیدہ علماء نے گجرات میں آکر بود و باش اختیار فرمائی جن کے فیوض سے

---

[۱] ظفر الوالہ مصنفہ محمد بن عمر آصفی بحوالہ یاد ایام از عبدالحیّ الحسنی ناظم ندوۃ العلماء ص۱۸
[۲] یاد ایام از عبدالحیّ الحسنی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ص۲۶
[۳] ترجمہ۔ وہ کون سی خوفناک مصیبت ہے جو ہندوستان پر نازل ہوئی جس کی لپیٹ سے تمام حجاز کے فضلا جل رہے ہیں۔
[۴] عالم میں وہ کونسی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی خبر کو بحر و بر میں کشتیوں اور اونٹوں نے پھیلا دیا ہے۔